مسلم حکمرانوں کا سلوک غیر مسلم اقوام کیساتھ

(از مولوی ضیاء الدین صاحب الہ آبادی متعلم جماعت پنجم مدرسہ رحمانیہ)

انسانیت کا تقاضا ہے کہ وہ کسی کی ہمدردانہ عنایتوں اور برادرانہ مہربانیوں سے اسقدر متاثر ہو کہ پھر اسکی گردن محسن کے خلاف نہ اٹھ سکے اور نہ اس کی زبان کو ایسے کلمات کی تاب گویائی ہو جو اسے ادنی سا بھی زک پہنچائیں یہ جذبہ عام متفقۃ الوطن افراد یا متحد الدین اشخاص ہی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ کوئی بھی ہو، کسی قوم کا ہو کہیں کا رہنے والا ہو، کسی مذہب کا پیرو ہو اگر اس کے اندر اپنے غیر سے معاملہ مہر و وفا ہے تو ضرور یہ جذبہ بھی ہوگا۔ مگر مجھے حیرت ہے ان بعض غیر مسلم مورخوں کی فطرت پر جنھوں نے مسلم بادشاہوں پر اعتراض کیے ہیں۔ حالانکہ ان کے ساتھ اور ان کی قوم کے ساتھ ان کے مذہب کے ساتھ اسلام اور اسلامی فاتحین نے وہ کچھ کیا جسے تاریخ کے روشن اور صاف وشفاف آئینہ میں اگر وہ منصفانہ اور غیر متعصبانہ نگاہ سے دیکھتے تو انھیں اسلام کے خلاف قلم اٹھانیکی جرأت نہ ہوتی اور وہ بھی انصاف پسند مورخین کی طرح یہی لکھنے پر مجبور ہوتے کہ اسلام غیر مسلم اقوام کی مذہبی آزادی سلب کرنے کی دعوت نہیں دیتا" اور اس کی اشاعت میں تلوار کی جھنکار کو قطعاً دخل نہیں، ہر ایک قوم کے ساتھ مساویانہ طرز عمل کا حامی ہے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر جب تعلیمات اسلامی میں جبر و تشدد اور غیر مساویانہ سلوک اور حریت ملیہ کے سلب کرنیکی اجازت ہی نہیں دی گئی تو کیونکر ممکن ہے کہ وہ مسلمان جو اسلام کے ایک ایک حکم کو اپنے دل وجان دنیا و ما فیہا سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں چھوڑ کر اس کے خلاف عمل کرینگے۔ قرآن میں ہے فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔ (ترجمہ) اگر یہ لوگ سمجھانے سے بھی نہ مانیں تو تمہارے ذمہ اے محمدؐ صرف خدائی احکام پہنچا دینا ہے اسلام کا سب سے بڑا اصل الاصول مسئلہ توحید ہے لیکن قرآن کریم منکرین توحید کیلئے جو حکم نافذ کرتا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ إِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ (ترجمہ) اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیدو تا آنکہ فرمان خداوندی سن لے پھر اسے امن گاہ تک پہنچا دو یہ (سلوک) اسکی ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ ایک جگہ فرمایا، نحن اعلم بما یقولون وما انت علیھم بجبار یعنی تمہیں اذیت دینے کیلئے اور میرے فرمان کو سنکر کفار جو کچھ کہتے ہیں وہ سب ہمیں معلوم ہے وہ نہیں مانتے نہ مانیں اور جو کچھ کہتے ہیں کہیں تم ان پر کوئی حاکم جابر نہیں ہو۔ دوسری جگہ ہے لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (ترجمہ) تم ان پر داروغہ نہیں ہو۔ ان فرامین خداوندی کے ہوتے ہوئے ناممکن ہے کہ رسول اللہ نے یا خلفائے راشدین یا اور دوسرے اسلامی فرمانرواؤں نے مذہب کی اشاعت پر امن

طریقہ سے نہ کی ہو اور اپنے دور حکومت میں رعایا پر ظلم وستم ڈھاکر مذہب کو وسعت دی ہو۔ اگر تمہارے اعتراضات صداقت پر مبنی ہیں تو بتلاؤ چین جہاں کم ازکم چار کروڑ مسلمان آباد ہیں کس نے فوج کشی کی حبش جہاں پرا ٹلی کی ہلاکت خیزیوں سے پہلے مسلمانوں کی نصف آبادی تھی کس نے خون کی ندی بہائی۔ ملایا جہاں پر چار کروڑ مسلمان آباد ہیں وہاں کسی اسلامی فوج کا گذر تک نہیں ہوا پھر کہاں سے مسلمان آئے یقیناً ان ممالک اور دوسرے ممالک کو اپنی طرف کھینچنے والی اور جذب کرنیوالی قوت حکومت اور تلوار نہیں بلکہ یہ وہ عظیم الشان طاقت روحانی تھی اور کلام خداوندی کی شیرینی تھی جس نے عمرؓ وابوبکرؓ بلالؓ وابوذرؓ ونجاشی وغیرہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

مشہور یورپین مورخ مسٹر سبل لکھتا ہے۔ وہ لوگ نہایت دہوکہ کھاتے ہیں جنھیں یہ خیال ہے کہ مذہب اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ بتلاؤ ان لوگوں نے اسلام کیسے قبول کیا جن پر مسلمانوں نے فوج کشی نہیں کی۔ اسی طرح ڈاکٹر لیبان کہتا ہے کہ مسلمان اپنی مفتوح اقوام کو آزاد چھوڑ دیتے تھے اگر عیسائیوں نے ان فاتحین کے دین کو قبول کیا اور ان کی زبان اختیار کی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے قدیم حاکموں سے جدید حاکموں کو منصف اور نیز ان کے مذہب کو اپنے مذہب سے زیادہ سچا اور سادہ پایا۔ اور تلوار سے اشاعت مذہب تو درکنار یہ اعلان کردیا جاتا تھا کہ اقوام مفتوحہ اپنے اوضاع وطوار و مذاہب و رسوم کا پوری طرح احترام کریں۔ یہ لوگ اس کے بدلہ میں ایک بہت خفیف سا خراج لیتے تھے جو ان پر شاق نہ گذرتا تھا۔

اس حقیقت کا نہ صرف ایک دو مورخ نے اعتراف کیا بلکہ ایک جم غفیر نے جنکا بالاستیعاب تذکرہ کرنیسے مضمون طویل ہوجائیگا۔ اسلئے میں اب واقعات کی روشنی میں بتلانا چاہتا ہوں کہ اہل اسلام کا سلوک اپنی محکوم غیر مسلم رعایا کے ساتھ ویسا ہی رہا جیساکہ خود مسلمان رعایا کے ساتھ تھا غیر مسلموں کے ساتھ بعض حالتوں میں مسلمانوں کا جذبۂ عدل یہانتک تجاوز کرگیا تھا کہ سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز ہوتے اور مسلمان انہی کے ماتحت کام کیا کرتے۔ میں اس سے بھی منکر نہیں کہ مشکل سے دو ایک واقعات ایسے بھی ملیں گے جو مسلمان فرمانرواؤں کی بداعمالی کے سوا اور کوئی وقعت نہیں رکھتے اور ان کی طرف التفات نہیں کیا جاسکتا۔

خود رسول مدنی کی زندگی کا مطالعہ کرجاؤ اور پھر فتح مکہ کی کیفیت کو بھی سامنے رکھو۔ پھر غور کرو کہ کیا یہ انصاف نہ ہوتا اگر آپ کافروں کو لا تثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء (ترجمہ) تم پر آج کسی قسم کی گرفت نہیں، آزاد ہو۔ کی جگہ قتل عام کا حکم دیدیتے کیونکہ یہی کفار تھے جنھوں نے آپ کو یہانتک اذیتیں پہنچائی تھیں کہ آفتاب حیات کو گل کردینا چاہا تھا۔ آپ ان کافروں کیلئے جو اسلامی پناہ میں آگئے ہیں اور جزیہ قبول کرلیا ہے فرماتے ہیں۔ ان دمائکم کدماءنا واموالکم کاموالنا۔ یعنی تمہارے خون اور مال کی حفاظت ہم پر اسی طرح ضروری ہے جیساکہ خود اپنے خون اور مال کی۔ رحمۃ للعالمین کے وہ الفاظ بھی یاد رکھنے کے لائق ہیں جنکو یہود جیسی مخذول ومقہور قوم سے معاہدہ کرنیکے وقت فرمایا تھا۔ ان یھود بنی عوف امۃ مع المسلمین وان

بینھم النصر علی من حارب وان بینھم النصح والنصیحۃ (ترجمہ) یہود بنی عوف مسلمانوں کی سی ایک جماعت ہیں۔ لڑائی میں ان کے ساتھ مدد اور بھلائی و خیر خواہی کی جائیگی اور نجران کے خراج گذار عیسائیوں کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ زوردار الفاظ میں معاہدہ کرتے ہیں ان لنجران جوار اللہ وذمۃ محمد النبی علی انفسھم وملتھم وارضھم واموالھم وغائبھم وشاھدھم وعشیرتھم وتبعھم (ترجمہ) نجران کے لوگ اللہ اور اس کے رسول کی پناہ میں ہیں۔ ان کی جانیں ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال، ان کے غائب و حاضر، ان کے قبائل اور متبعین سب محفوظ رہیں گے۔

برخلاف اِس کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چار سال قبل رومن حکومت ننگی تلواریں لئے ہوئے ہر ایک علاقہ میں پہنچکر یہ دریافت کرتے کہ کیا تم رومی عیسائیت کو مانتے ہو۔ انکار یا شک کی صورت میں سر قلم کردیا جاتا چہ جائیکہ کسی غیر عیسائی فرد کو مذہبی آزادی یا پادشاہانہ الطاف و عنایات سے نوازا جاتا جسٹینین کی موت کے چار سال بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ آپ نے اسلام پیش کرکے اس ظلمتکدہ کو جس طرح تابناک بنایا اس کا تعلق تاریخ سے ہے، مذہبی آزادی راعی ورعیت کے تعلقات نظام حکومت اور حکمرانی کے اسباق کو یاد دلایا انھیں اصول کو لیکر مسلمان ایک سیلاب کی طرح غیر ممالک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ گویا ایک بجلی تھی جو عرب کے صحرا میں کوندی جس سے آن واحد میں آدھی دنیا چمک اٹھی۔ مسلمان جہاں کہیں بھی گئے اس ملک کیلئے امن وامان کے فرشتے ثابت ہوئے کیونکہ مسلمان ان فاتح عیسائیوں کی طرح نہ تھے جو مفتوح قوم کے مذہب میں مداخلت کرکے وحشیانہ برتاؤ کرتے جب صحابہ نے شام ومصر اور دوسرے ممالک فتح کئے تو معبدوں اور گرجاؤں کو انھیں کے قبضہ میں برقرار رکھا اور اہل شام ومصر کے جان ومال کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ اسپین پر تقریباً آٹھ سو سال تک اسلامی فرمانرواؤں کا تسلط رہا اور انھوں نے جس خوبی سے غیر مسلم رعایا کے ساتھ رواداری اور غیر جانبداری کا طریقہ اختیار کیا اس کے متعلق خود ایک غیر مسلم مورخ کی زبان سے سنئے۔

مسٹر جارج ہنری لوئیس لکھتا ہے اسپین میں علم وحکمت کے کمال نے تعصب کو ایسا مٹادیا تھا کہ آپ سنکر تعجب کریں گے۔ عرب یہود ونصارٰی کے رسمیات اور فرائض مذہبی کی ادائیگی میں مانع نہ تھے اس وقت انکی دوستی اور آپس میں تعلقات اسقدر بڑھ گئے تھے کہ مسلمان یہودی اور عیسائی میں بیباکانہ شادی و بیاہ ہونے لگے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان صلح نہ کرنیوالی اور جزیہ سے انکار کرنیوالی قوم سے جسوقت معرکے ہوئے تو قدرے گرجوں معبدوں عبادت گاہوں کے انہدام کے واقعات ملتے ہیں لیکن امن وامان صلح ومصالحت کے وقت مشکل سے کوئی واقعہ پیش کیا جاسکے گا مفتوحہ قوم کے حقوق کی نگہداشت اوران کے جان ومال کی حفاظت کا خیال ان کے دل سے محو نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس کا عملی نمونہ اُن واقعات سے پوشیدہ نہیں جو حضرت علیؓ وحضرت عمرؓ وعمرؒ ابن عبدالعزیز وغیرہ مسلم خلفا کے دوران حکومت میں ظہور پزیر ہوئے کہ مسلمان قاتل کو ان عدل گستر حکمرانوں نے غیر مسلم مقتول کے ورثار کے حوالہ کردیا کہ خواہ اُسے معاف کریں یا قتل کردیں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب مسلم قاتل

ص جسٹینین کے وقت تمام معرکوں کا نام جنگ مقدس رکھا جاتا۔ اختتام جنگ کے بعد پادری

کو غیر مسلم ورثائے مقتول کے حوالہ کیا گیا تھا۔ انھوں نے اسے قتل کر ڈالا کیا کوئی غیر مسلم ان حالات کو دیکھکر یہ باور کرنے سے اعراض کرے گا کہ اسلام ایک رفق و نرمی کا مجسمہ اور عدل و انصاف کا پیکر ہے اور اپنوں اور غیروں میں سیاسی تفاوت وتشتت کا حامی نہیں بلکہ مساویانہ طریق عمل کا متمنی ہے خلافت بنی امیہ کا واقعہ ہے کہ جامع دمشق کے پاس ایک گرجا تھا جسے حضرت معاویہؓ بادشاہ وقت نے عیسائی رعایا سے طلب کیا تاکہ مسجد میں اُسے داخل کرکے وسعت دیدی جائے لیکن عیسائیوں نے دینے سے انکار کر دیا تو وہ خاموش ہوگئے۔ خلیفہ عبد الملک بن مروان نے بھی عیسائیوں سے گرجے کی خواہش ظاہر کی لیکن عیسائیوں کے انکار پر وہ بھی خاموش ہوگیا۔ ولید نے اپنے عہد خلافت میں اس گرجے کو ایک بہت بڑی رقم کے بدلے لینا چاہا لیکن عیسائی اپنے انکار پر مصر رہے حتی کہ ولید بہت برافروختہ ہوا اور اس کو عیسائیوں کے اس قول نے اور زیادہ غضبناک بنا دیا کہ جو کوئی اس گرجے کو توڑے گا وہ اندھا ہوجائیگا چنانچہ اس نے اپنے ہاتھوں سے گرجے کو توڑنا شروع کر دیا یہانتک کہ یہ گرجا مسجد میں شامل ہوگیا۔

مگر جب حضرت عمر بن عبد العزیز کا زمانۂ خلافت آیا اور عیسائیوں نے اس کی شکایت کی تو انھیں یہ گرجا واپس کر دیا گیا۔ مسلمانوں کو اس سے بہت رنج ہوا کہ جہاں ہم نے ایک مدت نماز پڑھی اور اسے خدا کا گھر بنایا اب پھر وہ عیسائیوں کی عبادت گاہ بنے گا انھوں نے عیسائیوں سے بہت زیادہ عاجزی وانکساری کے ساتھ کہا کہ تم اس حصہ مسجد کو نہ لو ہم تمہیں غوطہ دمشق کے وہ گرجے جو ہمارے قبضے میں ہیں سب واپس کر دینگے۔ اس چیز پر وہ راضی ہوگئے اور ان کے تمام گرجے واپس کر دیئے گئے۔

جب اسلامی لشکر حضرت عمرو بن العاصؓ کی زیر قیادت اسکندریہ پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کر لیا تو اتفاق سے کسی مسلمان کے تیر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجسمہ کی آنکھ ٹوٹ گئی اس پر عیسائیوں کو اسقدر رنج ہوا کہ انھوں نے مسلمانوں سے کہا تم بھی اپنے پیغمبر کا مجسمہ بناؤ ہم اس کی آنکھ پھوڑیں گے مسلمانوں کے سردار نے اسے ایک مہمل مطالبہ سمجھکر خود اپنی آنکھ پیش کر دی عیسائیوں نے اپنے حاکم اور فاتح کا انصاف اور معاولت پسندی دیکھکر مطالبہ کو واپس کر لیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے مشہور گورنر علی ابن سلیمان کو اس جرم میں معزول کر دیا کہ اس نے صومعہ مریم اور چند دوسرے گرجوں کو توڑ دیا تھا۔ اس گورنر کے قائم مقام موسیٰ بن عیسیٰ نے علماء سے یہ فتویٰ دریافت کیا کہ ان شکستہ گرجوں کے متعلق کیا فتویٰ ہے تو انھوں نے منہدم شدہ گرجوں کو از سر نو تعمیر کا حکم دیا۔ غیر مسلم مورخین نے مسلمانوں پر اپنی تصنیفات میں فرضی اور بے اصل واقعات پیش کرکے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ مسلمان اپنے دور حکومت میں غیر مسلم رعایا پر بے جا ظالمانہ ٹیکس (جزیہ) باندھتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں نے اپنی مفتوح اقوام پر ٹیکس لگایا مگر وہ محض اسلئے کہ تاکہ اس کے عوض میں ان کے جان ومال کی مکمل حفاظت کی جائے اور وہ اس معمولی اور خفیف سے جزیہ کی وجہ سے فوجی خدمات سے بری ہوجاتے اکثر ایسا ہوا ہے جب مسلمان اپنی غیر مسلم رعایا کی حفاظت نہ کرسکتے تو ٹیکس لینا بھی بند کر دیتے اس پر حضرت عمر فاروق کے زمانہ کا وہ واقعہ شاہد ہے

کہ آپ نے باوجود سخت ضرورت ہونیکے کئی لاکھ کی رقم اہل حمص کو واپس کردی اور کہا کہ اسوقت ہم تمہاری حفاظت نہیں کرسکتے ۔ قوم یہود ایک ذلیل قوم ہے جسے لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ اکثر وہ جلاوطن کئے گئے چونکہ وہ ایک صاحب تجارت قوم ہے اس لئے جس ملک میں رہتی وہاں ان سے کافی سے زائد ٹیکس وصول کیا جاتا لیکن مسلمانوں کا سلوک یہودیوں کے ساتھ ایسا تھا جیسا کہ عام رعایا کے ساتھ ۔ اسلامی یونیورسٹیوں میں یہود بڑے بڑے اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے اور ان کے طلبار کو ان یونیورسٹیوں نے اپنی آغوش میں لیا مسلمانوں کی خلافت کے زمانہ میں جسقدر یہودی تھے وہ اپنے مسلم فاتحین کے سامنے ادب و سائنس کے دروازے کھولکر ادب سے بیٹھ گئے اور مسلمان بادشاہوں نے ان کے ساتھ حسن اخلاق ورواداری کی وہ مثال پیش کی جو زمانۂ جاہلیت و مسیحیت میں انھیں کبھی نہیں ملی تھیں ۔ عیسائیوں کی مسلمانوں نے بڑی قدر کی انھیں اسپین اور ترکی میں جو عزت نصیب ہوئی ان کے متعلق میں صرف یہی کہکر بس کرتا ہوں کہ اسلام سے پہلے ان کی گذشتہ زندگی میں اپنے ہم مشربوں سے بھی یہ اعزاز نہ حاصل ہوا تھا اسپین کی یونیورسٹیوں میں یورپ کے ہر حصہ سے عیسائی طلبار کھنچکر آتے ۔ ان کیلئے قرطبہ کی یونیورسٹی کے دروازے کھلے ہوئے تھے مسلمان معلمین انھیں تعلیم دینے میں بخل نہ کرتے اور بلالحاظ عقائد یونیورسٹی کے اعزاز سے ہر ایک طالب علم کو نوازا جاتا ۔

عہد اسلامی میں علمائے غیر مسلمین کی جتنی قدر کی گئی اس کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے تمام مدرسوں کا اعلیٰ نگران (ڈائرکٹر) خامتیہ نام عیسائی عالم کو بنایا تھا ۔ مامون رشید کا مصاحب اور مشیر خاص ایک عیسائی عالم یوحنا نامی تھا اور حنین بن اسحاق نصرانی عبادی کو مامون نے مترجمین کا افسر بنایا تھا ۔ خلیفہ منصور و خلیفہ معتصم باللہ و خلیفہ متوکل کے شاہی طبیب تمام عیسائی علمار تھے جسوقت ہارون الرشید و مامون کے زمانہ میں دیگر علوم و فنون زبان عربی میں منتقل کرائے جارہے تھے اسوقت ہندوستان سے بھی سنسکرت کا ترجمہ کرنے والے علمار نہایت ہی عزت واحترام سے بلائے گئے جن میں منکہ اور ابن دھن مشہور مترجمین میں سے ہیں ۔ اسپین کے بادشاہ عبدالرحمٰن ثالث نے ایک عیسائی کو قرطبہ کے قاضی القضاۃ جیسے عظیم الشان عہدے پر مامور کیا ۔ خلیفہ معتضد باللہ کا وزیر اعظم ایک صابی تھا ۔ سلطان صلاح الدین کے دربار میں عیسائی بھرے ہوئے تھے خصوصاً ایک عیسائی وبن المطران تھا جس کی عزت سلطان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی حالانکہ یہی وہ سلطان صلاح الدین ہے جو مدتوں عیسائیوں سے دشمنی کرتا رہا اور عیسائیوں کو اس سے بہت دشمنی ہوگئی تھی ۔ جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس دوسری بار فتح کیا تو چاہیئے تھا کہ وہ واقعہ جس میں عیسائیوں نے چالیس ہزار مسلمانوں کو جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے قتل کرڈالا تھا یاد کرتا ۔ اور ان مفتوح عیسائیوں کو تہ تیغ کردیتا مگر نہیں ۔ اسکا جذبہ انتقام مہر ووفا پر مغلوب ہوگیا اور اس نے امیروں سے فدیہ لیکر غریبوں کو بغیر فدیہ کے رہا کردیا ۔ سلطان محمود ترکی کے وہ الفاظ بھی اس مسلم بادشاہ کی غیر مسلم پروری اور انصاف پسندی کی صریح دلیل ہیں ۔ جسے اس نے مسلم اور غیر مسلم رعیت کے تعلقات کے متعلق فرمایا تھا " میں چاہتا ہوں کہ میری قلمرو

حکومت میں مسلمان اپنی مسجدوں میں مسلمان، نصرانی اپنے گرجوں میں نصرانی، یہودی اپنے معبدوں میں یہودی، تصور کئے جائیں لیکن وہ جسوقت اپنے معبدوں اور مسجدوں اور گرجوں سے علیحدہ ہوں تو وہ یکساں سیاسی حقوق اور میری پدرانہ اعانت سے بالمساوات فائدہ مند ہوں۔ ان شواہد کے ہوتے ہوئے بھی اگر فرمانروا یان اسلام پر حرف لایا جائے تو اس کے علاوہ اور کیا کہا جائیگا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ✦ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اب تک ہندوستان سے باہر کی اسلامی سلطنتوں کا تذکرہ کیا گیا اب میں یہ بتاؤں گا کہ ہندوستان کے حکمرانوں نے جس دریا دلی سے دوسری مفتوح قوموں کو حریت ملی و انتظام سلطنت میں اپنے ساتھ رکھا اسی فیاضی سے اپنی ہندو رعایا کو بھی کامل مذہبی آزادی دی اور ان کو مراتب عالیہ پر سرفراز کیا۔ میں یہ مانتا ہوں کہ ہندوؤں کی بہت سی جانیں گئیں اور منادر بھی ٹوٹے مگر یہ پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حوادث امن وامان کی حالت میں ظہور میں آئے نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ واقعات جنگ کی حالت میں ہوئے جو اسلام کے روشن چہرے پر دھبہ نہیں بن سکتے بلکہ تاریخ سے ادنیٰ سا بھی لگاؤ رکھنے والوں سے پوچھو کہ متمدن سے متمدن قوم سے بھی حالت جنگ میں فوجوں کی بے احتیاطی سے ایسے واقعات ہوجاتے ہیں۔

سخت تعجب ہے اُن حرف گیر ہنود پر جو اپنے خود ساختہ واقعات کو مسلمانوں کے مظالم کی دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں اور جینی و برہمن کی دشمنیوں کا تذکرہ بھی نہیں کرتے جو آپس میں لڑکر ایک دوسرے کے عبادتخانوں کو مسمار کر دیتے تھے اور بدھ مذہب نے ہندوؤں کے مندروں کو منہدم کر دیا تھا۔ شنکراچارج نے ہزارہا بدھ مت والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کے معابد و مآثر کو پامال کرنے میں انتہائی جدوجہد سے کام لیا۔ راجہ رام چندر نے لنکا کو جلا کر خاکستر کیا مگر آہ تعصب اور بے انصافی کا برا ہو کہ ان واقعات کو زبان پر بھی نہیں لاتے اور مسلمانوں پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے رہتے ہیں۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام کے اول ہندی حکمران محمد بن قاسم سے لیکر آخری شہنشاہ بہادر شاہ تک ہندوؤں کو مذہبی آزادی ملی اور ہیں ان کے مراحم خسروانہ سے متمتع ہوتے رہے۔ یہ غلط ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے اپنے عہد حکومت میں مندر نہیں بننے دیئے۔ بلکہ دہلی، آگرہ، متھرا، بٹ وغیرہ میں جو اسلامی حکومت کے زیر اثر اور ماتحت تھے بندرابن گوبند جی۔ گوپی ناتھ۔ مدن موہن، مہا پربھو جیٹیش جی جیسے زبردست منادر تعمیر ہوئے۔ اکبر کے طریق حکومت سے کون ناواقف ہے بابر کا وصیت نامہ جو اس نے اپنے بیٹے ہمایوں کیلئے لکھا تھا نہ صرف اسی کی بلکہ کل اسلامی بادشاہوں کی انصاف پسندی اور رواداری کا آئینہ ہے جس کے بعض دفعے یہ ہیں (۱) مذہبی تعصبات سے اپنے دل و دماغ کو متاثر نہ ہونے دو اور ہر قوم و مذہب کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے ایک غیر طرفدارانہ انصاف کرو (۲) تم کبھی بھی کسی قوم کے عبادتخانے کو منہدم نہ کرنا اور انصاف ورہونا تاکہ حاکم و محکوم کے تعلقات خوشگوار رہیں اور ملک میں امن و آشتی کا دور دورہ ہو۔ (۳) گائے کی قربانی کا بند کرنا اہل ہند کے دلوں کو مسخر کرنیکا بہت بہترین آلہ ہے۔

سلاطین مغلیہ نے ہندو اہل علم کی بعینہ وہی قدر کی جو مسلمان فضلاء کے ساتھ کیا۔ شیر شاہ، سلیم شاہ، اکبر، شاہ جہانگیر شاہجہاں۔ محمد عادل شاہ۔ اورنگ زیب عالمگیر وغیرہ بادشاہوں نے ہندو علماء کو قدر و منزلت میں مسلمانوں کے دوش بدوش رکھا اور انھیں بڑے بڑے خطابات عطا کئے۔ ان کے فضل و کمال کی وجہ سے وظیفے اور جاگیریں دیں۔ خود ایک ہندو لالہ راجپت رائے لکھتے ہیں کہ شیر شاہ۔ اکبر۔ جہانگیر اور شاہجہاں جیسے حکمرانوں کے دربار میں ہندوؤں کو ملک کے سب سے بڑے عہدے ملتے تھے وہ صوبوں کے گورنر بنتے افواج کے کمانڈر ہوتے اضلاع کے حاکم مقرر کئے جاتے سیاسی اور اقتصادی نقطۂ نگاہ سے مسلمانوں کی حکومت ہندوستانیوں کی حکومت تھی۔" سب سے زیادہ مغل بادشاہوں میں جو بادشاہ مطعون ہنود ہے وہ عالمگیر جیسا زاہد، پابند شرع، غیر جانبدار عدل و انصاف کا دلدادہ بادشاہ ہے اگر معترضین اور مورخین کے بہتانوں اور الزاموں میں حق و صداقت کی کسی قدر آمیزش ہے تو ان کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ عالمگیر کے دربار میں ۶۷ ہندو امراء ہفت ہزاری شش ہزاری پنج ہزاری و چہار ہزاری اور اس سے کم وزائد عہدوں پر گامزن تھے یقیناً تسلیم کرنا پڑیگا کہ اور سلاطین کی طرح عالمگیر بھی ہندوؤں کا سچا خیر خواہ اور ان کو امور سلطنت میں شریک کرنے والا تھا۔ اسے ہنود سے ذرا بھی نفرت اور دشمنی نہ تھی۔ مشہور ہے ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دوستاں + گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اسلئے ایک انگریز مورخ مسٹر جیمس کی شہادت کو تحریر کرکے مضمون ختم کر دیا جاتا ہے وہ "برٹش انڈیا" میں لکھتے ہیں "مغلوں نے ہندوستان پر اس طرح حکومت نہیں کی کہ انھوں نے ہندوستان کو غیر ملک خیال کرکے اپنے اصلی ملک کی ترقی و بہبود کا ذریعہ اسے قرار دیا ہو۔ بلکہ ہندوستان کو اپنا ملک تصور کیا اسی وجہ سے انکا تعلق ہندوستان سے اتنا قریب ہو گیا جتنا کہ شخصی حکومت میں بادشاہ کو اپنی رعایا سے ہونا چاہیئے۔ ہندوؤں کے ساتھ مغلوں کا برتاؤ اپنے ہم وطنوں کی طرح تھا"

مجاہد سے

(جناب۔ ایم۔ ایس۔ آزاد صاحب)

اٹھ مرد مجاہد اٹھ! محشر کو جگانا ہے
پھر صفحۂ گیتی سے ظلمت کو مٹانا ہے

رحمت کی گھٹا بن کر آفاق پہ چھانا ہے
بدعت کے نشیمن پر بجلی کو گرانا ہے

ہر رندِ ازل کو پھر صہبائے حقیقت کے
اک ساغرِ رنگیں سے مدہوش بنانا ہے

جس نور سے روشن ہے کاشانۂ دل تیرا
اس نور کے جلووں کو ملت کو دکھانا ہے

تلوار کے سائے ہیں رعنائیِ جنت کا
اک بار تماشا پھر مسلم کو دکھانا ہے

ہیں برق کے کاشانے ابتک تری تلواریں
یہ زندہ حقیقت پھر غیروں کو بتانا ہے

پھر ظلم و تعدی کی ہر قوتِ باطل کو
اس صفحۂ گیتی سے اک لخت مٹانا ہے

مظلوم کی آہوں میں ہوتا ہے اثر اب بھی
یہ اصل حقیقت پھر دنیا کو جتانا ہے

مغرور سروں میں جو ہنگامے ہیں باطل کے
تلواروں کی نوکوں سے ان کو بھی دبانا ہے

دریائے حوادث میں ہر ڈوبتی کشتی کو
پھر امن کے ساحل پہ لیجاکے لگانا ہے

اُٹھ مردِ مجاہد اُٹھ! ہنگامہ کو پیدا کر
آئینۂ حق ہو کر فطرت کو ہویدا کر